السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

1۔ قربانی سب گھر والوں کی طرف سے ہوجاتی ہے۔ یا صرف کرنے والے کی طرف سے ہوتی ہے۔؟

2۔ قربانی فرض ہے یا سنت؟

3۔کیا قربانی اپنے ہی ہاتھ سے ہوسکتی ہے۔ دوسرے کے زریعے نہیں؟

4۔ بقر عید کو عید الاضحیٰ کیوں کہتے ہیں۔؟ اوراس کا صحیح تلفظ کیا ہے۔؟

5۔ حاجی عام طور پر زمزم۔ مٹی۔ کھجوریں۔اور غلاف کعبہ کے ٹکڑے بطور تبرک لاتے ہیں۔ شرعاً کیا حکم ہے۔؟

6۔کہتے ہیں حضرت اسمٰعیل ؑ کی جگہ دنبہ یا مینڈھا رکھدیا گیا ہے۔ کیا یہ صحیح ہے۔؟

7۔ اہل حدیث اور اہل ہویٰ لوگوں کی قربانی کا کیا حکم ہے۔؟

(جوابات مدلل ہوں۔ (محمد سعید۔ ریاستی۔ کراچی شہر

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاته!

الحمد لله، والصلاة والسلام علىٰ رسول الله، أما بعد!

سب گھر والوں کی طرف سے ہوجاتی ہے۔ وہ بکرا چھترا ہو یا اونٹ اور گائے حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارا یہی دستور اور تعامل ہے۔ کہ ایک شخص اپنے اور اپنے گھر والوں کی طرف سے بکری بکرے کی قربانی دیا کرتا تھا۔ بعد میں فخر ومباہات کا سلسلہ جاری ہوگیا تھا۔ تو ایک ایک کی طرف سے دینے لگ گئے۔

(کنا نضحی بالشاۃ الواحدۃ یذ بحہا الرجل عنہو عن اہل یتنہ ثم فباہی الناس بعد ذلک فصارت مباہاۃ(موطا محمد ص 216 وغیرہ عن عطاء

یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے مبارک عہد کی بات ہے۔ دوسری روایات میں اس کی تصریح آگئی ہے۔

عن عطاء بن یسار قال سالت اا ایوب النصاري کیف کانت الضحایا فیکم علی عہد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال کانا لرجل فی عہد النبی صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ عنہ و عن اہل بیت الحدیث اخرجہ ابن ماجہ ص 224 والترمذي وصحه

حضرت عبد اللہ ابن ہشام فرماتے ہیں۔ کہ رسول اللہ ﷺ ایک ہی بکری اپنے سب گھر والوں کی طرف سے قربانی دیا کرتے تھے۔

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یضحی بالشاۃ الواحدۃ عن جمیع اہلہ رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد

احناف کے نزدیک ایک بکرا چھترا سب گھر والوں کیلئے کافی نہیں ہوتا۔ (ہدایہ ص 424 جلد 4)

امام ابن رشد فرماتے ہیں۔ کہ یہ بطور کراہت کہتے ہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ قربانی سب کی طرف سے ہوتی ہی نہیں۔

(خالفہ فی ذلک ابو حنیفة والثوري علی وجہ الکراہتہ لا علی وجہ عدم الاجزاء ہدایۃ المجتہد (جلد 2 ص 434

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگرچہ کراہت کے ساتھ لیکن کہ ایک گھر کی قربانی سب کی طرف سے حنفیہ کے نزدیک بھی ہوجائے گی۔ دلیل میں وہ قیاس پیش فرماتے ہیں۔

(والقیاس ان لا تجوز الا من واحد لان الاربعۃ لان الواقعۃ واحدۃ وہی القویۃ(ہدایہ ص 222 جلد 4

لیکن یہ صریح حدیث کے خلاف ہے۔ لہذا امادان کا قیاس موع کوئی حیثیت نہیں رکھتا تاہم اس ک علاوہ انہوں نے حسب عادۃ احادیث کی تاویلیں کرڈالی ہیں جو سرف تاویلیں ہیں دلائل نہیں ہیں۔

امام ابن القیمؒ فرماتے ہیں کہ ۔ رسول اللہ ﷺ کا یہی اسوہ حسنہ ایک بکری ایک شخص اور اس کے اہل بیت کے لئے کافی سمجھی جاتی تھی ۔

(وکان ہدیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان الشاۃ تجزي عن الرجل وعن اہل بیتہ ولو کثر عددہم (زادلمعاد فصل ہدیہ ان یضحی بالمصلی ج2 ص 341

(امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ (حدیث

تقبل من محمد وال محمد ومن امۃ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

اس امر کی دلیل ہے کہ ایک بکری آدمی اور اس کے گھر والوں کیلیے کافی ہو جاتی ہے ۔ خواہ وہ کثیر ی ہوں ۔

(دلیل علی ان الشاۃ الواحدۃ تجزي عن الرجل واہلہ وان کثروا (وار تحفۃ الاحوذی ص 358 ج2

امام شوکانی فرماتے ہیں ۔ حق یہ ہے کہ گھر کے افراد سو سے بھی زیادہ ہوں تو بھی ایک بکری ان سب کیلیے کافی ہے ۔

(والحق انہا تجزي عن اہل البیت وان کانوا امائۃ نفس او اکثر (نیل ص 120 ج5

حضرت شاہ ولی اللہؒ کا مسلک بھی یہی ہے ۔

والاضحیۃ مسنۃ من معز عن جزع من ضان فی کل اہل بیت

(حجۃ اللہ البالغہ ص 24 ج 2 باب العیدین)

حقیقت یہ ہے کہ ہمارے برادران احناف اپنے نظریہ کی وجہ سے گھاٹے میں جا رہے ہیں کہ گھر سارا اسی شرف اور فضیلت سے قاصر اور محروم رہے ۔ ؟ مقام حیرت ہے یہاں تک کہ صدقہ فطر میں تو گنجائش رکھی گئی تھی ۔ کہ چھوٹے بچے کی طرفسے بھی ''فطرانہ ''اداف کیا جائے گا ۔

(ویخرج عن اولادہ الصغار (ہدایہ باب صدقہ الفطر ص 208 ج1

لیکن قربانی کے سلسلے میں فتویٰ یہ ہے کہ چھوٹے بچے کی طرف سے بھی قربانی دینا ضروری نہیں ہے ۔

(انہ لایجب عن ولدہ وہو ظاہر الروایۃ (ہدایہ ص 443 جلد4

(علیہ الفتوي کزافی فتاوي قاضی خان (بین السطور ہدایہ ملخصا جلد 4 ص 344

حضرت ابو سریحہ فرماتے ہیں ۔ سنت کے معلوم ہو جانے کے بعد مجھے میرے خاندان نے مجھے کم عقلی پر آمادہ کیا ۔ حالانکہ ایک گھر والے ایک اور دو بکریاں قربانی دیا کرتے تھے ۔ اب ہمارے پڑوسی ہمیں کنجوس بناتے ہیں ۔

حملنی اہلہ علی الجفاء بعد ما علمت من السنۃ کان اہل البیت یضحون بالشاۃ والشاتین والان یبخلنا ہیرا ننا

(ابن ماجہ ص 234 باب من ضحی بشاۃ عن اھلہ)

غرض اسی قسم کے اعتراض پہلے بھی کیا کرتے تھے ۔ پر اصحاب الحدیث نے اس طعن و تشنیع کی کبھی پرواہ ن ہیں کی اور نہ کبھی کریں گے ، ان شاء اللہ تعالیٰ حجۃ الوداع میں حضور ﷺ نے ازواج مطہرات کی طرف سے بھی گائے قربانی دی تھی ۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں ۔ کہ یہ حضور ﷺ کا آخری عمل ہے ۔

(ہذا فی الحجۃ الوداع وہو اآخر عملہ علیہ السلام (محلی ج 2 ص 438

جواب نمبر 2

جمہور کے نزدیک یہ سنت ہے ۔ واجب نہیں ۔ حضرت ابو بکر صدیق ۔ حضرت عمر ۔ حضرت بلال ۔ حضرت ابو مسعود بدری ۔ رضوان اللہ عنہم اجمعین حضرت سعید بن المسیب ۔ علقمہ ۔ اسود ۔ امام ابو حنیفہ کے شیخ عطاء امام مالک ۔ امام احمد ۔ امام ابو یوسف ۔ امام اسحٰق بن راہویہ ۔ حضرت ابو ثور ۔ امام ابن المنزر ۔ امام مزنی ۔ امام داؤد ۔ وظاہری وغیرہ رحمہ اللہ کا بھی یہی مذہب ہے ۔

(نووی شرح صحیح مسلم ۔ کتاب الاضاحی وباب وقتیھا جلد2 ص 153)

امام ابن حجر عسقلانی کہتے ہیں ۔ کہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق ۔ حضرت عمر رضوان اللہ عنہم اجمعین کبھی کبھی قربانی نہیں کیا کرتے تھے ۔ کہ کہیں لوگ اسے فرض نہ تصور کر لیں ۔

(بل صح عنہا انہا کان لایضحیان مطلقا احیانا خشیۃ ان یظن وجوبہا (درایہ ص 325 ۔ تحفۃ الخودی ۔ ۔ ۔ بحوالہ بیہقی

امام ترمذی فرماتے ہیں ۔ اماماں دین کا اسی پر عمل ہے ۔ کہ یہ سنت ہے واجب نہیں ہے ۔ اور یہی قول ہے امام ثوری اور امام ابن المبارک کا

(والعمل علی ہذا عند اہل العلمان الاضحیۃ لیست بواجبہ ولکنہا سنۃ من سنن النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یستحب ان یعمل بہا وہو قول سفیان الثوري وابن المبارک (ترمذی ص 182 ج 1

حضرت امام ابو حنیفہؒ حضرت امام اوزاعیؒ امام ربیعہ ابو للیث اور بعض مالکی فرماتے ہیں۔ واجب ہے پر دولت مند پر امام محمد کہتے ہیں۔ جو شہروں میں مقیم ہیں۔ ان پر واجب ہے۔ حضرت امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دولت مند کی نشانی اس کا مالک نصاب ہونا ہے۔ (نووی شرح مسلم ص 153 ج 2

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ!

کیا قربانی واجب ہے۔ ؟ تو جواب دیا کہ! حضور ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی دی۔ پھر اس نے یہی سوال کیا اور آپ نے پھر وہی جواب دیا۔ کیا عقل ٹھکانے ہے۔ ؟ حضور ﷺ اور مسلمانوں نے قربانی دی تھی۔ (ترمذی ص 350 مع تحفۃ الاحوزی)

مقام عظیمت اور عبدیت کا تقاضا یہ ہے۔ کہ اس بحث میں پڑے بغیر قربانی دی جایا کرے۔ کیونکہ مقصد یہ ہے کہ خدا خوش ہو جائے۔ اور وہ "تولے" بغیر سجتا ہے۔

ہاں علمی حد تک اگر آپ اس کی وضاحت ضروری چاہتے ہیں۔ تو ہماری ذاتی رائے یہ ہے کہ نظریہ وجوب احوط ہے۔ عدم وجوب کے دلائل بیان کر کے حضرت امام شوکانیؒ بیان فرماتے ہیں۔ مفید مطلب نہیں ہے۔ آخر میں فرماتے ہیں۔ ہاں ام سلمہ والی روایت اس کے لئے مفید ہو سکتی ہے۔ کیونکہ تفویض اور تعلیق عدم وجوب پر دال ہوتی ہے۔ (نیل الاوطار ص 95 ج 5)

ہمارے نزدیک ہر تعلیق اور تفویض خیار پر مبنی نہیں ہوتی بلکہ اپنے پس منظر کے تابع ہوتی ہے۔ جیسے

میں ہے۔ اگر زمہ واجب ہے تو تعلیق "عندا التعمیل" سے متعلق ہوگی۔ جیسا کہ یہاں بہر حال جو قربانی دے سکتا ہے وہ ضرور دے۔ جو غیر مستطیع ہے نہیں دے سکتا نہ دے۔ حضور ﷺ سے اس کا ترک ثابت نہیں ہے۔ اگر یہ سنت ابر ہیمی ہے۔ تو وہ واجب تھی کیونکہ آب مامور تھے۔

(اے میرے ابا آپ کو جو حکم ہوتا ہے کر ڈالیے۔ (پارہ 23 الصفت ع 3

ہمیں حکم ہوتا ہے۔ کہ حضرت ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو۔ کیونکہ خدا نے اس سنت کو آنے والوں کیلئے بھی باقی رکھا ہے۔

(وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْآخِرِينَ (پارہ نمبر 3 العمران ع 10

"تو اس ابراہیمؑ کے طریقے کی پیروی کرو۔ جو سب طرف سے منہ موڑ کر صرف خدا کا ہو رہا تھا۔"

جو طریقہ رب کی طرف سے شروع ہوا اس کو "ملت" کہا جاتا ہے۔ قربانی حضرت ابراہیمؑ کے لئے مشروع تھی۔ آپ اس کے مامور تھے۔ لہذا وہی طریقہ ہمارے لئے بھی مشروع ہے اور ہم بقدر طاقت اس کی تعمیل کے پابند ہیں۔ ہاں جو نہیں دے سکتے۔ اور غیر مستطیع ہیں۔ وہ مستثنیٰ ہیں۔ لیکن مستطیع اور دے سکنے والے کی نشانی صاحب نصاب ہونا نہیں۔ بلکہ دل اور ہمت کی بات ہے۔ حنفیہ کی اصطلاح کے مطابق آپ ﷺ تو کبھی مستطیع (صاحب توفیق۔ صاحب نصاب) نہیں ہوتے تھے۔ لیکن بات دل کی تھی۔ جبیب ﷺ کے حضور نذرانہ پش کرنا ہو پھر "نصاب" کے پیمانوں کا ہوش بھی رہے۔ یاری نہیں گزارہ ہے۔

جواب نمبر 3

کوئی خاص مجبوری ہو مثلاً زبح کرنا نہیں آتا آیا حوصلہ نہیں پڑتا اور اناڑی پن کی وجہ سے بکرے چھترے کو تکلیف زیادہ ہونے کا اندیشہ ہو۔ تو پھر دوسرے سے بھی زبح کرا ایا جا سکتا ہے۔ جہاں تک ممکن ہو اپنے ہاتھ کے ساتھ ذبح کیا جائے۔ حضور ﷺ نے زیادہ اپنے ہاتھ سے قربانی دی ہے۔ ہاں ازواج مطہرات کی طرف سے بھی ذبح کیا گیا ہے۔ (رواہ مسلم زبحھا بیدہ (بخاری)

حضرت خلیل اللہ نے بھی اپنے ہاتھ سے دی تھی۔

(قرآن۔ (سورۃ الصفت

(حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی صاحب زادیوں کو اپنے ہاتھ سے ذبح کرنے کا حکم دیا تھا۔ (بخاری باب من زبح اضحیہ غیرہ

معلوم ہوا کہ عورتیں بھی زبح کر سکتی ہیں۔ بلکہ ہو سکے تو اس "سنت" کا احیاء ضرور کیا جائے۔ ہاں سلیقہ یا ہمت نہ ہو تو پھر خیر ہے۔

دوسرے کو بھی ساتھ لگا سکتا ہے۔

جیب ﷺ کے حضور ہدیہ پش کرنا ہو۔ اور پھر اپنے ہاتھ سے اور خود حاضر ہو کر پش نہ کیا جائے بڑی بے زوقی کی بات ہے۔ ہاں واقعی مجبوری امر دیگر ہے۔

جواب۔ نمبر 4

(نووی ج 2 ص 153) ضحیہ۔ اضحاۃ۔ ضحیہ۔ (التنقیح حاشیہ قدوری ص 228)

اضحیٰ اضحاۃ کی جمع ہوئی تو "عید الاضحیٰ" کے معنی ہوئے۔

قربانیوں کی عید'' (کہ اس میں جانوروں کی قربانیاں اللہ کے حضور پیش کی جاتی ہیں۔) تو پھر قربانی کا یہ عمل چاشت (ضحیٰ) کے وقت شروع ہوتا ہے۔ (یعنی ایک پہر دن چڑھے۔) شاید یہی وجہ تسمیہ ہے۔''

جواب۔ نمبر 5

(ماء زمزم۔ (زمزم کا پانی) متبرک ہے۔ (طیالسی ابواب فضائل الامکنۃ، والازمنۃ ص 203 ج 2

(یہ جبریلؑ امین کا کھودا ہوا کنواں ہے۔ اور حضرت اسمٰعیلؑ کے پلانے کو مہیا کیا گیا تھا۔ (دار قطنی

(غذا بھی ہے اور شفا بھی۔ اسے بطور تبرک لے جانا صحیح ہے۔ (ترمذی

(امام شوکانیؒ لکھتے ہیں۔ یہ روایت باہر لے جانے کی دلیل ہے۔ (نیل الاوطار ص 75 ج 5

(کھجوریں۔ عجوہ مدینہ منورہ کی خاص کھجوریں ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کو شفاء اور تریاق فرمایا ہے۔ (ص 181 ج 2

لیکن ایک طبعی خاصیت ہے۔ اس حد تک جو ان سے اضافہ کرنا چاہتا ہے۔ ٹھیک ہے۔ باقی رہا تبرک؟ حدیث سے ثابت نہیں۔ جزبات اور خوش فہمی الگ بات ہے۔

(مٹی۔ کسی بیمار کے پھوڑا زخم ہوتا تو لعاب مبارک سے انگلی تر کر کے مٹی لگاتے۔ پھر مقام ماؤف پر انگلی رکھ کر یوں دعا کرتے تھے۔ (مسلم باب استحاب۔ ص 222 ج 2 بخاری باب رقیۃ النبی ﷺ

اللہ کے نام سے ہماری زمین کی خاک جو ہماری تھوک ہے۔ ہمارے بیمار کو شفاء ہوگی۔ ہمارے رب کے حکم سے۔

(آئمہ نے لکھا ہے۔ ارض (زمین) سے مراد روئے زمین ہے فرمایا۔ سرزمین دبنہ کی خاک بھی ہو سکتی ہے۔ (نووی ملخصا

برکت ہی سہی۔ بہر حال ایک خاص مقصد کی حد تک جو بہر حال مٹی لانے والوں کے سامنے نہیں ہوتا۔ امام نوویؒ فرماتے ہیں۔ زمزم کے پانی کے سوا مٹی اور کنکر غیر لے آنا وہ مناسب نہیں ہے۔ امام ابو الفضل بن عبدان فرماتے ہیں۔ غلاف کعبہ کے ٹکڑے لے جانا بھی جائز نہیں۔ اس کا بیچنا اور خریدنا بھی جائز نہیں۔ فرماتے ہیں۔ غلاف کعبہ کی جو بھی چیز لے جائے گا۔ اس کو واپس کرنا ہوگا۔ امام نوویؒ نے اس کی تائید کرتے ہوئے اس پر یہ اضافہ بھی کیا ہے۔ کہ اسی طرح غیر حرم کی مٹی اور پتھر حرم میں لے جانا بھی جائز نہیں ہے۔ امام ابن الصلاح فرماتے ہیں۔ یہ بات خلیفہ وقت کی صوابدید پر ٹھری ہے تاہم اگر کہنہ ہو کر ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو تو پھر غلاف کعبہ کو کر دینے میں کوئی حرج نہیں۔

(اصل عبارت یہ ہے۔ (روضۃ الطالبین ص 168 ج 3

اس سے معلوم ہوا کہ تقسیم کیا بھی جائے تو بطور تبرک نہیں بلکہ اس لئے کہ ضائع نہ ہو کام آ جائے۔

چنانچہ حضرت ابن عباس۔ حضرت عائشہ۔ اور ام سلمہ رضوان اللہ علیہم اجمعین فرماتے ہیں۔ کہ یہ کپڑا (غلاف کعبہ) جس کو مل جائے وہ جنبی ہو یا حائضہ یا کوئی اور سبھی استعمال کر سکتے ہیں۔

(قالوا ویلبسها من صارت الیہ من جنب و حائض و غیرها (ایضا

(نیز فرمایا! کعبہ کی خوشبو بھی نہیں لانی چاہیے۔ ہاں اپنی خوشبو لے جا کر اس سے ملا کر استعمال کر سکتا ہے۔ (روضۃ الطالبین ھذوی ص 168 ج 3

گو ان چیزوں کو عظیم شعائر اللہ سے ایک نسبت ہے۔ لیکن اس لئے نہیں کہ ان کا استحصال کیا جائے۔ جذبات کی بات اور ہے۔ لیکن مسئلہ کی الگ ہے۔ مسئلہ یہی ہے۔ کہ ان کو بطور تبرک گھر میں لا کر اپنے بت خانوں (فضائے حرم کے مخالف فضائوں) میں لا کر بسانا۔ احترام نہیں۔ بے ادبی ہے۔ یا سستی بخشش اور ارزاں خراج عقیدت پیش کرنے کا ایک عامیانہ اسلوب بہت سے لوگ تو ان کو ''دنیا'' بنانے کی تمنا لے کر لاتے ہیں۔ گویا کہ وہ شعلہ دین کو دنیا کیلئے استعمال کرتے ہیں۔ خیال فرمایئے کہ یہ حضرات دین و ایمان کا کس قدر اس طرف کرتے ہیں۔؟ حرم کی مٹی کو لا کر حرم کو گھر بنانا یوں ہے۔ جیسے ابرہہ نے منعاء میں ایک جعلی ''حرم کعبہ'' بنا ڈالا تھا۔ جو بہر حال برا ہے پرہیز اچھا ہے۔ واللہ اعلم

انسان کو بعض مقامات سے بہت گہرا قلبی تعلق ہوتا ہے۔ لیکن بعض لوگ خلو عقیدت میں ان مقامات سے جو کچھ ان میں دیا بطور ''عقیدت'' لے آتے ہیں۔ تاہم ہو سکتا ہے۔ کہ اس قسم کے بعض حضرات کی دنیا ہی کچھ اور ہوتی ہو جو مسئلہ کی بات نہ ہو بلکہ وہ اپنے قلبی سکون کیلئے چارہ سازی کرتے ہوں۔ چنانچہ جب وہ وہاں پہنچ جاتے ہوں۔ تو حرم میں یقیناً عرصہ رہتے ہیں۔ پیشاب پاخانہ کرنے سے بھی پرہیز کرتے ہیں۔ جو انتہائی دشوار بات ہے۔ حضرت زجاج کے متعلق کہا جاتا ہے۔ کہ وہ حرم میں پاخانہ نہیں کیا کرتے تھے۔

مگر ان تبرکات کی بھرمار کرنے والوں کے ''عشق'' کا حال یہ ہوتا ہے کہ وہاں جا کر سب کچھ کرتے ہیں۔ اور حج ادا کرنے کے بعد وہاں سے بھاگنے کی بھی کرتے ہیں۔ ان حالات میں کوئی کیسے کرے کہ یہ ٹھوس عقیدت بلا جذبات پر مبنی بات ہے۔

جواب۔ نمبر 6

ابن ابی حاتم وغیرہ نے مسند احمد وغیرہ سے کچھ اس قسم کی روایات نقل کیں۔ ان کی روایاتی حیثیت کچھ زیادہ تسلی بخش نہیں ہے۔ حضرت امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں۔ کہ یہ بات حضرت ذبیح کی جگہ مینڈھا قربان ہوا تھا باطل ہے۔

واما الاحتجاج باند فدي الذبیح بلبش فباطل وما صح ذلک قط

(المحلی ص 430ج7)

(بلکہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں معروف معنی میں ''اضحیہ'' جیسی قربانی والی بات ہی نہیں تھی ۔ تو اس سے اس کے تلابے ملانے کی ضرورت ہی کوئی نہیں ۔ (محلی ص 437ج7

کبش ابراہیمی (منڈھے) والے واقعہ کو وہ ''کاذب'' کہتے ہیں ۔

(لا بالظن الکاذب فی کبش الذبیح (ایضا

ترمذی کی ایک روایت میں ان ''ضحایا'' (قربانیوں) کو سنت ابراہیمی کہا گیا ہے ۔

(یا رسول اللہ ماہذہ الاضاحی ؟ قال سنۃ ابیکم ابراہیم (ترمذی عن زید

لہذا یہ کہنا کہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاں ان کا کوئی مذکور نہیں تھا ۔ تو کیسے ٹھیک ہو سکتا ہے ۔ ؟ یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے ۔ اگر یہ روایت صحیح ہوتی تو ابن حزم کی اسناد کی کوئی اہمیت نہ رہتی لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ یہ روایت بالکل بیکار ہے ۔ اس کے دو راوی بس سبحان اللہ ہیں ۔ 1 ۔ ابو معاز حائز الجاشعی ۔ امام ابو حاتم اس کو منکر الحدیث کہتے ہیں ۔ اور امام بخاریؒ فرماتے ہیں ۔ اس کی حدیث صحیح نہیں امام زہبی فرماتے ہیں ۔ کہ اس سے روایت صرف سلام (بن مسکینی نے کی ہے ۔ (میزان) سلام قدری تھے ۔ (میزان

دوسرے راوی ابو داؤد و نفیحبن الحارث الاعمی صمدانی ہیں ۔ امام یحیٰ بن معین فرماتے ہیں ۔ یہ شخص حدیثیں وضع کیا کرتا تھا ۔ (خلاصہ تہذیب الکمال) امام عقیلی فرماتے ہیں غالی رافضی تھا ۔ امام نسائی اور امام دار قطنی کے نزدیک متروک ہے ۔ امام ابو زرعہ کا ارشاد ہے ۔ کہ یہ شخص کسی کام کا نہیں ۔ امام ابن حبان فرماتے ہیں ۔ اس سے روایت کرنا جائز نہیں ہے ۔ یہ شخص واعظ بھی تھا ۔ اور بھکاری بھی تھا ۔ حضرتؒ قتادہ نے اسے جھوٹا کہا ہے ۔ ((میزان ص 272ج4

یہ حدیث ضعیف المخرج اور اس کی اسناد بعد ہی ہے ۔

(فالحدیث ضعیف المخرج اسنادورواہ کما قال المنذري (الرواۃ ص 280ج1

اس لیئے ینڈھے کی قربانی والی بات صرف کہانی ہے ۔ اور وہ بھی اسرائیلی دراصل یہ ساری خرابی فذبنہ بذبح عظیمیں ذبیحۃ کی تعین کرنے کی زمہ داری لینے کی وجہ سے پیدا ہو رہی ہے ۔ حالانکہ یہ کچھ ضروری نہیں ہے ۔ کتاب و سنت جب یہ پردہ نہیں اُٹھاتے تو پھر دوسری سب ٹاک ٹوئیاں والی بات ہے ۔ جس طرح حضرت سارہ کو بہن کہنے کے اسباب متعین کرنے کی زمہ داری لینے کی وجہ سے بخاری کی روایت کا حال ہوا ہے ۔ وہی یہاں ہو رہا ہے ۔ بہر حال وہ ''ذبح عظیم'' صرف ینڈھا نہیں ہو سکتا ۔ کیونکہ یہ ایک عام شے ہے ۔ معلوم ہوتا ہے وہ کچھ اور حقیقت ہے ۔ جو ذبح کا عظیم بدل قرار پائی ہے ۔ اور وہ کیا ہے ۔ ؟ کچھ پتہ نہیں ۔ کیونکہ قرآن و حدیث اس بارے میں بالکل (خاموش ہیں ۔ اس لیئے آپ بھی خاموش رہیں ۔ اسرائیلی روایات کی تصدیق اور تکذیب دونوں ممنوع ہیں ۔ (مشکوٰۃ

جس زمہ داری کے بوجھ سے آپ کو آزاد رکھا گیا ہے آپ اس کو لینے کی کوشش نہ کریں ۔ کیونکہ زمہ داری بہت بڑی آزمائش ہے ۔

جواب ۔ نمبر 7

ان کی قربانیوں کا مستقبل نہیں رہا ۔ کیونکہ

(اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِی لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِینَ لَا شَرِیکَ لَہٗ (پارہ نمبر 7 الانعام ع20

''ترجمہ ۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا منا سب اللہ کے لیئے ہے ۔ جو رب ہے سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں ۔

قربانی کی بنیادی اساس ہے ۔ جس سے زندگی مالا مال ہونی چاہیے ۔ خاص یہ کہ ذبح کے وقت مندرجہ زیل اعلان اور دعا کا بھی یہی تقاضا ہے ۔ کہ قربانی دینے والا اس وقت بالکل یکسو ہو ۔ صرف خدا کی طرف اس کا رخ ہو ۔ جہاں شرک و بدعت کا کوئی شائبہ نہ ہو دعا یہ ہے ۔

(انی وجہت وجہی للذي فطر السموات والارض حنیفا وما انا من المشرکین (ابن ماجہ وغیرہ

سلف اہل تفسیر تقریباً ''ذبح عظیم'' کی اس تفسیر پر نظر آتے ہیں ۔ کہ وہ ینڈھا تھا جس روایت جامع ترمذی کی فاضل مفتی نے تصنیف فرمائی ہے ۔ وہ اس قسم کی دوسری روایات کے مفاہیم کی تائید سے اس ''اجماع کی'' سنہ'' کی حیثیت اختیار کر سکتی ہے ۔ رہے ہمارے امام حافظ ابن حزمؒ تو انھوں نے جس بناء پر محمولہ مرفوع روایت کو ''باطل'' ٹھرایا ہے ۔ وہ اپنی جگہ شاید درست ہو ۔ وہ ان لوگوں کا رد فرما رہے ہیں ۔ جو ینڈھے کو اونٹ اور گائے کی قربانی سے اس طرح کی روایات سے استدلال کرتے ہوئے افضل قرار دیتے ہیں ۔ حافظ ابن حزم کا وقف یہ ہے کہ اونٹ اور گائے کی قربانی افضل ہے ۔

لہذا نفس اتنی بات بہر حال صحیح ہے ۔ کہ ''ذبح عظیم'' سے مراد ینڈھا ہے ۔ اور حضرت ابراہیم علی نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ''فدیہ اسماعیل'' کے طور پر ینڈھا ہی عطا فرمایا گیا تھا ۔ باقی تفصیلات کے بارے میں جو چاہیں رائے (رکھ لیجئے ۔ (ع ۔ ح

میں نے اپنا رخ اس ذات کی طرف کر لیا جس نے آسمانوں کو پیدا کیا اور صرف اس کا ہو کر اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں ۔ فقہاء فرماتے ہیں ۔ کہ سات حصہ داروں میں سے اگر چھ نصرانی ہوں یا صرف ایک شخص

گوشت کی نیت رکھتا ہو تو کسی کی بھی قربانی جائز نہیں ہوگی۔

وان کان شریک الستة نصرانیا ورجلا یرید اللحم لم یجز عن واحد منهم

(ہدایہ ص 249 ج 4 کتاب الضحایا)

نصرانیت شریک کی واضح مثال ہے۔ اور ''گوشت خور'' اور جو لوگ سراپا بدعتی یا مشرک اور نرے دنیا دار ہوں۔ ان کی قربانی کے سلسلے میں کیسے اطمینان ہو سکتا ہے۔

خود حضورﷺ نے بھی اپنی امت کی طرف سے جو قربانی دی تھی۔ اس میں بھی یہ شرط رکھی۔

(من شہدلک بالتوحید (مسند احمد

کہ جو موحد ہو۔ معلوم ہوا جو موحد اور بندہ حیف نہیں بلکہ ہرجائی ہے اس کی طرف سے قربانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کی طرف سے قربانی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ہاں دل بہلانا یا خوش فہمی کی اور بات ہے۔ بہر حال انھیں (سب سے پہلے بدعات اور شرکیہ رسومات سے توبہ کرنا چاہیے۔ ورنہ قربانی کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔ واللہ اعلم۔ (اخبار الاعتصام سن 1974ء

ھٰذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ علمائے حدیث

جلد 13 ص 112-125

محدث فتویٰ